اسلامی علوم میں تحقیق کا طریقۂ کار

ـــــــــــــــــ سید جلال الدین عمری

عام طور پر علوم کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک کو سماجی علوم (Social Sciences) اور دوسرے کو طبیعی علوم (Physical Sciences) کہا جاتا ہے۔ امت مسلمہ کی علمی تاریخ میں ان دونوں طرح کے علوم کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ یہاں صرف سماجی علوم کا ذکر ہے۔

تحقیق کی دو قسمیں

تحقیق اور ریسرچ کے کچھ اصول و آداب ہیں۔ یہ گو نئے نہیں ہیں، لیکن ان کی پابندی اور اہتمام اب زیادہ ہورہا ہے۔ اسلامی علوم میں ایک تحقیق تو وہ ہے جسے آج کی اصطلاح میں ایڈیٹنگ (Editing) کہا جاتا ہے۔ تحقیق کی دوسری قسم وہ ہے جسے طبع زاد یا (Original Work) کہنا چاہیے۔ یہ دونوں کام اسلامی تاریخ میں شروع سے ہوتے رہے ہیں۔

پہلی قسم (ایڈیٹنگ)

ایڈیٹنگ کسی مخطوطہ کی بھی ہوسکتی ہے اور مطبوعہ کتاب کی بھی۔ منتشر تحریروں کی جمع و ترتیب کو بھی ایڈیٹنگ کہا جاتا ہے۔ اس میں مصنف کے حالات، اس کا ماحول، زمانۂ تصنیف، تصنیف کے محرکات اور اس کے مآخذ سے بحث کی جاتی ہے، اس کے مختلف نسخوں کا موازنہ ہوتا ہے، اغلاط کی تصحیح کی جاتی ہے، حسب ضرورت اجمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح ہوتی ہے۔ جدید جامعات میں اس کام کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے اور اس پر ڈاکٹریٹ کی سند تفویض کی جاتی ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح

اسلامی تاریخ میں ایڈیٹنگ کی مثالیں بہ کثرت موجود ہیں۔اس کی ایک نمایاں مثال حدیث کی مشہور کتاب 'مشکوۃ المصابیح' ہے۔مشہور محدث امام حسین بن مسعود بن فراء بغوی (م۵۱۰ھ) نے حدیث کا ایک جامع مجموعہ 'مصابیح السنۃ' کے نام سے مرتب کیا۔اس کے ہر باب میں دو فصلیں قائم کیں۔مقدمہ میں صراحت کردی کہ پہلی فصل میں بخاری اور مسلم کی احادیث ہیں، جنھیں انھوں نے صحاح کا نام دیا اور دوسری فصل دیگر کتب حدیث (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی وغیرہ) کی روایات پر مشتمل ہوگی، جنھیں وہ حسان کہتے ہیں۔یہ مجموعہ اپنی بعض خوبیوں کی وجہ سے کافی مقبول ہوا۔آٹھویں صدی ہجری میں خطیب تبریزی (م۷۴۱ھ) نے اس کتاب کی بنیاد پر 'مشکوٰۃ المصابیح' مرتب کی، جو ایک لحاظ سے اس کی جدید ترتیب وتہذیب ہے۔ مصابیح السنہ کے ذریعہ یہ معلوم کرنا دشوار تھا کہ کون سی حدیث کس کتاب میں یا کن کتبِ حدیث میں آئی ہے؟ صاحب مشکوٰۃ المصابیح خطیب تبریزی نے اس امر کی نشان دہی کی کہ پہلی فصل میں کون سی روایات متفق علیہ ہیں اور کون سی احادیث صرف بخاری یا مسلم میں ہیں۔کوئی حدیث پہلی فصل میں درج ہونے کے باوجود ان دونوں کتابوں میں نہیں ملی تو اس کا بھی ذکر کردیا ہے۔اسی طرح دوسری فصل کی روایات کے بارے میں صراحت کی ہے کہ کون سی حدیث کن کتب میں آئی ہے۔چند ایک احادیث کے ذیل میں یہ بھی کہا ہے کہ یہ مشہور کتب حدیث میں نہیں ملی ہیں، مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔کہیں احادیث کی تکرار ہوئی ہے تو اسے حذف کیا ہے، کہیں حدیث مختصر ہے تو اسے مکمل نقل کیا ہے، کہیں بغوی کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ نہیں ملے ہیں تو جن الفاظ میں وہ مروی ہے ان الفاظ میں اس کا اندراج کیا ہے۔اس کے ساتھ انھوں نے تقریباً ہر باب میں ایک تیسری فصل کا اضافہ کیا ہے، جس میں موضوع سے متعلق بعض ان روایات کا اضافہ کیا ہے جو ان دونوں فصلوں میں نہیں آئی ہیں۔امام بغوی کی کتاب 'مصابیح السنۃ' کی احادیث کی تعداد چار ہزار سات سو انیس (۴۷۱۹) ہے۔خطیب نے اس فصل کے ذریعہ ایک ہزار پانچ سو گیارہ (۱۵۱۱) روایات کا اضافہ کیا ہے۔اس حذف واضافہ کے بعد اب مشکوٰۃ المصابیح کی روایات کی تعداد چھ ہزار

دو سو چورانوے (۶۲۹۴) ہے۔[۱]

خطیب نے ایک بڑا کام یہ کیا کہ کتاب میں جن صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام کے حوالے سے احادیث روایات کی گئی ہیں یا کتاب میں جن ائمہ اور محدثین کا ذکر ہے ان سب کے حالات 'الاکمال فی اسماء الرجال' کے نام سے جمع کر دیے ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کو ایک جامع مجموعۂ حدیث ہونے کی وجہ سے کافی شہرت حاصل ہوئی، اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں۔

اس طرح کی ایڈیٹنگ کے کام حدیث، فقہ اور علم کلام کے مختلف میدانوں میں ہوتے رہے ہیں۔ مختلف علمی کتابوں پر جو حواشی لکھے گئے ان کی نوعیت بھی درحقیقت یہی ہے۔ آج یہ کام زیادہ ترقی کر گیا ہے اور سائنٹفک ہو گیا ہے۔ عرب علماء اس معاملہ میں کافی آگے ہیں۔ اس سے کتابیں بہتر شکل میں سامنے آ رہی ہیں اور ان سے استفادہ آسان ہو رہا ہے۔

دوسری قسم (طبع زاد تحریر)

تحقیق اور ریسرچ کی دوسری قسم وہ ہے جس میں کسی موضوع پر طبع زاد (Original) کام ہوتا ہے۔ تحقیق کے میدان میں اس کی بنیادی اہمیت ہے۔ اس سے علم کی راہ میں پیش قدمی ہوتی ہے اور نئے گوشے سامنے آتے ہیں۔

جو لوگ اس نوع کی ریسرچ کرنا چاہیں انھیں اس بات کی تعلیم دی جاتی ہے کہ موضوع کے انتخاب میں کن باتوں کو پیش نظر رکھا جائے؟ اس کا خاکہ (Synopsis) کیسے تیار کیا جائے؟ مواد کس طرح پیش کیا جائے؟ ترتیب کیا ہو؟ مآخذ اور حوالے کس طرح دیے جائیں؟ اولین اور ثانوی مآخذ کو کس طرح استعمال کیا جائے؟ زبان و بیان میں کن امور کا خیال رکھا جائے؟ اسی طرح یہ بات بھی بتائی جاتی ہے کہ تحقیق میں غیر جانب داری اختیار کی جائے اور حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔

---

[۱] ہندوستان کے نامور عالم، محدث، مفسر اور مؤرخ نواب سید صدیق حسن قنوجیؒ کے صاحب زادے سید نور الحسن قنوجیؒ نے مشکوٰۃ المصابیح کے ابواب میں ایک چوتھی فصل کا اضافہ کیا اور اس کا نام 'الرحمۃ المُھداۃ الی من یرید زیادۃ العلم علی احادیث المشکوٰۃ' رکھا۔ اس کی تکمیل ۱۳۰۱ھ میں ہوئی اور ایک مستقل تصنیف کی حیثیت سے مکتبہ فاروقی دہلی سے شائع ہوئی۔

اہل علم اپنی تحقیقات میں ان اصولوں و آداب کا خیال رکھتے ہیں۔ بعض تحقیقات اس معیار پر شاید پوری نہ اترتی ہوں، لیکن اپنے مواد، معلومات اور پیش کش کے لحاظ سے وہ کسی تحقیق سے کم نہیں ہوتیں۔ ان کا اپنا ایک اعلیٰ علمی مقام ہوتا ہے۔ اس طرح کی متعدد تصانیف کی عربی اور اردو میں نشان دہی کی جاسکتی ہے۔

ایک منفرد اندازِ تحقیق

ریسرچ اور تحقیق کے سلسلے میں یہاں ایک دوسری بات عرض کرنی ہے۔ ایک ریسرچ اور تحقیق یہ بھی ہے کہ آدمی جس موضوع پر لکھنا چاہے، اس کا وسیع مطالعہ کرے، اس موضوع سے متعلق موجود ذخیرہ پر اس کی گہری نظر ہو اور اس کی روشنی مین وہ اپنا نقطۂ نظر پیش کرے۔ اس طرح کے کام کو آج کل کی اصطلاح میں شاید ریسرچ نہ کہا جائے، لیکن متعدد پہلوؤں سے وہ موجودہ ریسرچ سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور بعض اوقات حوالہ اور سند کا کام دیتا ہے۔ اس کی مثال حضرت شاہ ولی اللہؒ کی 'حجۃ اللہ البالغۃ' اور ابن خلدون کا مقدمہ ہے۔

حجۃ اللہ البالغۃ

حضرت شاہ والی اللہؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے حجۃ اللہ البالغۃ میں حکمتِ دین اور اسرارِ شریعت سے بحث کی ہے۔ انھوں نے دیباچۂ کتاب مین بیان کیا ہے کہ یہ بالکل نیا موضوع نہیں ہے۔ امام غزالیؒ، محدث خطابیؒ اور علامہ عزالدین بن عبد السلامؒ جیسے اہل علم نے اس کی طرف توجہ کی ہے اور احکامِ دین کی مصالح اور حکمتیں بیان کی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحب پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسے مستقل موضوع بنایا ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے اس کتاب کا آغاز الٰہیات سے کیا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ ابداع (بغیر کسی مادہ کے تخلیقِ عالم) خلق (مادہ سے مخلوقات کو پیدا کرنا)، تدبیر (عالم کو ایک نظام کے تحت چلانا) جیسے مباحث کے علاوہ عالمِ مثال، ملأ اعلیٰ، ملائکہ، حقیقتِ نبوت، حقیقتِ روح، انسان کو شریعت کا مکلّف کیوں بنایا گیا؟ جیسے موضوعات بھی داخل ہیں۔ سماجی

علوم میں ارتفاقات (انسانی ضروریات اور ان کا انتظام) سیاستِ مدنیہ، سیاست ملیہ، انسان اور دوسری مخلوقات کا فرق، سعادت وشقاوت جیسی بحثیں ہیں۔

حضرت شاہ صاحب سے پہلے بھی اس طرح کے بعض مسائل زیر بحث رہے ہیں۔ شاہ صاحب ان سے پوری طرح واقف تھے، لیکن انھوں نے کسی فلسفی اور متکلم کے حوالہ سے گفتگو نہیں کی ہے، بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اظہارِ خیال کیا ہے۔انھوں نے نئے مباحث بھی چھیڑے ہیں اوران سب کو قرآن وحدیث کی روشنی میں نیا رخ دینے کی کوشش کی ہے۔

شاہ صاحب کی اس کتاب کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے اصولی مباحث کے ساتھ پورے نظامِ شریعت سے بحث کی ہے اوران کی حکمت اور معنویت بیان کی ہے۔ اس میں ایمانیات، ارکانِ اسلام، عبادات، احسان کی کیفیت، معیشت، بیع و تجارت، معاشرت، تدبیرِ منزل، سیاست اور خلافت جیسے تمام موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔آخر میں سیرتِ رسولؐ کا ذکر ہے۔ اسلامی کتب خانہ میں اس نوع کی جامع تصنیفات کم ہی ہوں گی۔ نظامِ شریعت کی بحث انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی بنیاد پر کی ہے، لیکن ان کے حوالے نہیں دیے ہیں۔ بحث کے شروع میں اس قدر کہا ہے کہ ان کے پیش نظر کتبِ حدیث میں بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی رہی ہیں۔ان کے علاوہ کسی اور کتاب سے ضمناً ہی کوئی روایت اخذ کی ہے۔(جلد اول، ص:۱۰۳)۔لیکن خیال ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے الفاظِ حدیث زیادہ تر مجموعۂ حدیث 'مشکوٰۃ المصابیح' سے لیے ہے، جس کے ابواب کی پہلی فصل میں بخاری اور مسلم کی احادیث ہیں اور دوسری اور تیسری میں دیگر کتاب صحاحِ اور بعض دیگر کتبِ حدیث کی روایات ہیں۔

حوالوں کی عدم موجودگی کے باوجود یہ ایک طبع زاد (Original) علمی کاوش ہے۔ حکمتِ دین کی تفہیم میں اس نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔ یہ ریسرچ کے عام انداز سے گو مختلف ہے، لیکن اس کے باوجود اپنے موضوع پر مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔امید ہے آئندہ بھی اس کی یہ حیثیت باقی رہے گی اوراس سے استفادے کا سلسلہ جاری رہے گا۔

مقدمہ ابن خلدون

یہی حال ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) کا ہے۔ اس نے پوری دنیا کی تاریخ لکھی، خاص طور پر عرب، فارس، روم اور افریقہ کو پیش نظر رکھا۔ اس نے کتاب پر جو مقدمہ لکھا وہ فن تاریخ پر بے نظیر اور ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ابن خلدون کو فلسفۂ تاریخ کا بانی کہا جاتا ہے، اس نے یہ کتاب ایک طویل مطالعہ اور غوروفکر کے بعد لکھی ہے۔ وہ اپنے منفرد طرزِ تحریر کی وجہ سے بھی اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔ اس نے تاریخ نویسی کے اصول وآداب ہی بیان نہیں کیے، بلکہ اس میدان میں واقعات کو جس طرح غلط رخ دیا جاتا ہے اور حقیقت کو افسانہ بنایا جاتا ہے اس کی بھی نشان دہی کی اور اس کے اسباب بھی بیان کیے ہیں۔

ابن خلدون نے مقدمہ میں جغرافیۂ عالم، مختلف مما لک کی آبادیاں، ان کی نفسیات، آب و ہوا کے اثرات، بدویت و حضارت (دیہی اور شہری زندگی) قومی وقبائلی عصبیت اور اس کے اثرات، حکومت اور اس کا مزاج، عرب اور غیر عرب کا فرق، قوموں کا عروج و زوال اور اس کے اسباب، غالب قوموں کا رویہ اور مغلوب قوموں کی نفسیات جیسے سماجی اور عمرانی مسائل پر علمی انداز میں گفتگو کی ہے۔

ابن خلدون نے جن مباحث سے تعرض کیا ہے ان میں امور غیب اور ان سے متعلق اطلاعات، وحی و نبوت اور خلافت و امامت جیسے نازک مباحث بھی ہیں۔ حکومت اور ریاست کے ذیل میں زراعت، تجارت، کاشت کاروں اور تاجروں کے اخلاق و عادات، صنعت و حرفت، اہم صنعتیں، حیاکت وخیاطت (پارچہ بافی اور سلائی) اور طب جیسی صنعتوں کا ذکر کیا ہے۔ اس نے دینی اور دنیوی علوم اور ان کی مختلف اقسام سے بھی بحث کی ہے۔ اس میں علوم القرآن، حدیث اور علم حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم الکلام، تصوف، منطق، ریاضی اور ہندسہ، طریقۂ تعلیم وتدریس جیسے موضوعات شامل ہیں۔

اس طرح ابن خلدون نے اپنے دور کے بیش تر علوم وفنون کا احاطہ کیا ہے۔ اس کے زیادہ تر مباحث طبع زاد اور اس کے وسیع مطالعہ اور گہرے غوروفکر کا نتیجہ ہیں۔ اس نے

مختلف مباحث کے ذیل میں علوم وفنون کے ماہرین و متخصصین کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اس میں افلاطون، ارسطو اور بوعلی سینا جیسے فلاسفہ بھی ہیں اور مسعودی، واقدی، طبری اور یاقوت حموی جیسے مؤرخین بھی۔ اس کے ہاں ادب اور تاریخ کے میدان میں ابوالفرج اصفہانی، جاحظ اور ابن عبد ربہ جیسے اساطینِ علم وادب کا حوالہ بھی ہے اور کتبِ حدیث میں موطا امام مالک، مسند احمد، کتب صحاح اور دیگر کتب حدیث کا بھی مختلف مناسبتوں سے ذکر ہے۔ متکلمین میں ابوالحسن اشعری، غزالی اور رازی جیسے ائمہ کے حوالے ہیں، فقہاء میں ائمہ اربعہ کا ذکر ہے، تفسیر اور شرح حدیث میں قاضی عیاض، زمخشری، شاطبی اور قرطبی وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ دیگر بہت سے اصحاب علم کے حوالوں سے اس نے گفتگو کی ہے۔

ابن خلدون نے حسب ضرورت اس طرح کے حوالے ضرور دیے ہیں۔ گو یہ حوالے اس دور کے رواج کے مطابق نامکمل ہیں، لیکن اس کے باوجود اس کی ناقدانہ بصیرت ہر جگہ کارفرما نظر آتی ہے۔ اسی نے اس کے مقدمۂ تاریخ کو علم وادب کا تاریخی کارنامہ بنایا ہے۔

مولانا مودودی کی علمی کاوشیں

دورِ حاضر کی ایک نمایاں مثال مولانا سید ابوالاعلیٰؒ (۱۹۰۳-۱۹۷۹) کی ہے۔ وہ اسلامیات کے ممتاز عالم اور محقق رہے ہیں۔ انھوں نے مختلف جہات سے اسلامی فکر کی ترجمانی کی ہے اور جدید افکار ونظریات کے مقابلے میں اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ان کی تحریروں کے غیر معمولی اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان کا دائرۂ بحث ونظر تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، فلسفہ، معیشت و معاشرت اور سیاست و قانون جیسے متعدد پہلوؤں پر حاوی ہے۔ ان کا اندازِ بحث مخاطب کے لحاظ سے تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

مولا مودودیؒ نے بعض کتابیں اسلام کے عام تعارف کے لیے لکھی ہیں۔ ان میں ان کی مشہور کتاب 'خطبات' کا آسانی سے ذکر کیا جاسکتا ہے۔ دعوتی اور تبلیغی مقاصد کے لیے اس سے بہت بڑے پیمانے پر مسلسل فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔ 'رسالۂ دینیات' اصلاً نصابی

ضرورت کے تحت لکھی گئی ہے، لیکن اس کا انداز نصابی کتابوں کا سا نہیں ہے، البتہ وہ اسلام کا عقلی انداز میں جامع تعارف کراتی ہے۔

'خطبات' اور 'رسالۂ دینیات' اپنے اثرات کے لحاظ سے کسی ریسرچ سے کم نہیں ہیں۔ ان کتابوں سے بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات نے بھی اثر قبول کیا ہے۔ مولانا نے ان کتابوں میں اسلامی عبادات پر بھی بحث کی ہے، لیکن 'اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر' میں اس بحث کو اور آگے بڑھایا ہے۔

مولانا مودودی کے ابتدائی دور کی تصنیفات میں 'اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی' ہے۔ آغازِ کتاب میں انھوں نے تہذیب کے عناصرِ ترکیبی کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد تہذیب کی تشکیل میں دنیوی زندگی کا مقصد واضح کیا ہے۔ تہذیب کی تعمیر میں اساسی عقائد و افکار کی اہمیت بیان کی ہے اور پھر تفصیل سے اسلامی عقائد کا عقلی اور نقلی سطح پر اثبات اور غیر اسلامی افکار کی تردید کی ہے۔ اس ضمن میں جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا جواب بھی دیا ہے۔ اس پہلو سے وہ اسلامی عقائد پر ایک اعلیٰ علمی تصنیف ہے۔

مسلمانوں کا ایک طبقہ جدید افکار ونظریات سے غیر معمولی طور پر متأثر رہا ہے اور مغرب کے سیاسی اور معاشی غلبہ نے اس کے اندر مرعوبیت بھی پیدا کردی تھی۔ اسی مرعوبیت کے ساتھ وہ اسلامی تعلیمات کی تعبیر وتشریح کر رہا تھا۔ مولانا مودودی نے اس ذہن وفکر کا تعاقب کیا، پوری جرأت کے ساتھ اسلام کی صحیح تصویر پیش کی اور اس کی تعلیمات کی حقانیت ثابت کی۔ مولانا کے اس طرح کے مضامین کا مجموعہ 'تنقیحات' کے نام سے شائع ہوا۔ یہ اس انقلابی اور جرأت مندانہ فکر کا آغاز تھا، جسے بعد میں مولانا نے آگے بڑھایا۔

مولانا مودودی نے اپنے بعض رسائل میں بھی اسلام کو عقلی انداز میں پیش کیا ہے اور غیر اسلامی عقائد وافکار پر نقد وتبصرہ بھی کیا ہے۔ اس ذیل میں 'سلامتی کا راستہ'، 'اسلام اور جاہلیت'، 'دینِ حق' اور 'اسلام کا اخلاقی نقطۂ نظر' جیسے رسائل کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ اس نوع کے رسائل کا مجموعہ 'اسلامی نظامِ زندگی اور اس کے بنیادی تصورات' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

مولانا نے بعض مقالات میں ہیگل، مارکس اور ڈارون جیسے فلسفۂ جدید کے بعض

اساطین پر تنقید کی ہے اور اسلام کے نقطۂ نظر کو واضح کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات جلد دوم : ہیگل اور مارکس کا فلسفۂ تاریخ اور ڈارون کا نظریۂ ارتقاء۔ اس کا حوالہ مولانا کے ایک اور مضمون 'مسلمانوں کا ماضی، حال اور مستقبل' میں بھی ملتا ہے) ان تمام مباحث میں غیر اسلامی تصورات پر مولانا کی گرفت نمایاں ہے، اس کے ساتھ وہ اسلام کے وسیع مطالعہ، اس کے فہم اور اس کی حکمتوں کا ثبوت بھی فراہم کرتے ہیں۔ لیکن کوئی بحث حوالہ کے ساتھ نہیں کی گئی ہے۔ اس کے باوجود یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انھوں نے غیر اسلامی افکار کو صحیح طریقہ سے نہیں سمجھا یا، اسلام کے فہم و ادراک اور اس کی ترجمانی میں ان سے کوتاہی ہوئی ہے۔ مولانا مودودی نے اپنی بعض تصنیفات میں متعلقہ موضوع پر حوالوں کے ساتھ بحث کی ہے اور اسے مستند بنایا ہے۔ ان میں 'قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں' اور 'خلافت وملوکیت' کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ 'الجہاد فی الاسلام' میں بھی بحث کا یہ علمی انداز موجود ہے۔ تفہیم القرآن کی آخری جلدوں میں بعض تفسیری اور فقہی مسائل میں بھی حوالوں کا اہتمام ہے۔ مولانا نے بعض مضامین میں بھی حوالوں کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ یہ اگر چہ مروجہ اصول تحقیق کے مطابق نہیں ہے، لیکن اسے حوالوں کے ساتھ گفتگو ہی کہا جائے گا۔

مولانا مودودی دراصل اسلامی اسکالر اور اس کے ترجمان ہیں۔ انھوں نے اسلام کا اس کے بنیادی مآخذ سے وسیع مطالعہ کیا ہے۔ اس کے معتبر اور مستند شارحین اور ائمہ محققین سے بھی انھوں نے استفادہ کیا ہے۔ وقت ضرورت وہ قرآن وحدیث کے نصوص اور ان میں بصیرت رکھنے والے ماہرین اور متخصصین کے حوالے بھی فراہم کرتے ہیں۔ بعض اوقات متعدد حوالے بھی دیتے ہیں، تا کہ ان کے موقف کو ذہنی اختراع یا جدتِ فکر نہ سمجھ لیا جائے ۔ اس کی وضاحت ان کی ابتدائی تصنیف 'الجہاد فی الاسلام' میں ملتی ہے۔ فرماتے ہیں:

'' اس کتاب میں میں نے خصوصیت کے ساتھ اس امر کا التزام کر رکھا ہے کہ کہیں اپنے یا دوسرے لوگوں کے ذاتی خیالات کو دخل نہیں دیا، بلکہ تمام کلّی و جزئی مسائل خود قرآن مجید سے اخذ کر کے پیش کیے ہیں اور جہاں کہیں ان کی توضیح کی ضرورت پیش آئی ہے احادیثِ نبوی، معتبر کتبِ فقہیہ اور صحیح مستند تفاسیر سے مدد لی ہے، تا کہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ آج دنیا

کا حال دیکھ کر کوئی نئی چیز پیدا نہیں کی گئی ہے بلکہ جو کچھ کہا گیا ہے سب کچھ اللہ اور اس کے رسول اور ائمہ اسلام کے ارشادات پر مبنی ہے۔'' (الجہاد فی الاسلام، دیباچہ طبع اول، ص ۱۹)

بعد کی تصانیف میں بھی مولانا نے جہاں حوالوں کے ساتھ گفتگو کی ہے، یہ مقصد ان کے پیش نظر رہا ہے۔

لیکن مولانا مودودی کا یہ انداز غیر اسلامی نظریات و افکار پر تنقید کے سلسلے میں نہیں ہے۔ وہ زیادہ تر ان کا خلاصہ یا اپنا حاصلِ مطالعہ یا پیش کرتے ہیں۔ اس طرح کے مسائل پر مولانا کے ہاں براہ راست حوالے کم ملتے ہیں، کہیں کہیں انسائیکلو پیڈیا جیسے عمومی ماخذ کا حوالہ بھی وہ دیتے ہیں۔

مولانا مودودی نے اسلامی فکر کو اسلام کے عمومی مطالعہ کی روشنی میں پیش کیا ہو، یا حوالوں کے ساتھ گفتگو کی ہو، وہ ایک ماہرِ اسلامیات کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ ان کی کسی بات سے اتفاق ہو یا اختلاف، ان کے علمی مقام اور معیارِ تحقیق سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

غیر اسلامی ریاست اور مسلمان

مولانا سید جلال الدین عمری

کسی غیر اسلامی ریاست میں مسلم اقلیت کا کیا موقف ہونا چاہئے اور اسلام نے اس سلسلے میں کیا ہدایات دی ہیں؟ یہ دورِ حاضر کا ایک اہم سوال ہے، اس کتاب میں اس کا مدلّل جواب فراہم کیا گیا ہے اور ان اعتراضات کا بھرپور رد کیا گیا ہے جو اس موضوع پر کیے جاتے ہیں۔ دین پر استقامت، عدل کا قیام، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، انسانی حقوق کا احترام، دفاع اور انتقام کا حق اور اس کی معنویت اور مطلوبہ دینی و اخلاقی کردار جیسے عنوانات پر ایک سنجیدہ اور عالمانہ بحث کا نمونہ۔ یہ کتاب اسلام اور مسلمان سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کرتی ہے۔ صفحات: ۴۸ قیمت: =/۱۵ روپئے

ملنے کے پتے: ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳، علی گڑھ-۲
مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی-۲۵